کلامِ اقبال (اردو)
فرہنگ و حواشی

احمد جاوید

ا۔ کلامِ اقبال (اردو) فرہنگ وحواشی کا منصوبہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔
۲۔ حواشی میں مندرجہ ذیل امور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔
الف:۔ اعلام اور تلمیحات : یعنی اقبال نے جن شخصیات، واقعات، مقامات وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے یا ان کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کا ضروری تعارف۔
ب:۔ مشکلات...... یعنی ایسے مقامات جہاں خیال دقیق ہو یا الفاظ مشکل ہوں یا کوئی بنیادی تصّور بیان ہوا ہو۔ ان مقامات کی تشریح، توضیح اور تفصیل۔ اس میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ عام قاری کی مشکل کو سادہ اسلوب میں حل کیا جائے اور وہ مقامات جہاں اہلِ علم الجھ سکتے ہیں یا غور وفکر پر مجبور ہوسکتے ہیں، ان پر علمی انداز سے قلم اٹھایا جائے تا کہ اس خیال اور تصور کی عظمت جسے عام سطح تک نہیں لایا جاسکتا، مجروح نہ ہو۔
ج:۔ تکنیکی اور فنی محاسن : یعنی شعر میں پائی جانے والی لفظی رعایتوں، معنوی مناسبتوں اور فنی باریکیوں کا تجزیہ۔
۳۔ فرہنگ میں کلیدی الفاظ اور اصطلاحات کو کھولا گیا ہے اور اس میں بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا ہے جو حواشی کی شق ''ب'' میں بیان ہوا۔ ہر لفظ اور اصطلاح کے تمام معانی ایک ہی اندراج میں نہیں دیے گئے۔ ہر اندراج میں وہی معنی لکھے گئے ہیں جو اس خاص مقام پر اقبال کے پیشِ نظر تھے۔ حتمی تدوین کے بعد کسی لفظ کے تمام معنوی پہلو یکجا حالت میں سامنے آجائیں گے۔

O

صفحاتِ ذیل میں فرہنگ و حواشی کے چند نمونے قارئین کی نذر کیے جا رہے ہیں۔

کلیاتِ اقبال (اُردو)

ص کلیات۔ ۲۹۶

سطوتِ رفتارِ دریا:

۱۔ سمندر کی رفتار کا دبدبہ، دریا کے تیز بہاؤ کی فاتحانہ شان۔

۲۔ مغرب کا غلبہ اور عروج۔

ص کلیات۔ ۲۹۶

موجِ مضطر:

۱۔ بے قرار موج

۲۔ وہ رجحان جس پر قابو نہ پایا جا سکے

۳۔ مغرب کی بے دینی اور مادّہ پرستی جس کے ہولناک نتائج اب خود اسے بھگتنے پڑ رہے ہیں۔

ص کلیات۔ ۲۹۶

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر لایخلف المیعاد دار

(تو مسلمان ہے، سینے کو امید اور آرزو سے معمور رکھ
اللہ کا یہ فرمان ہمیشہ پیشِ نظر رکھ کہ وہ اپنا وعدہ کبھی نہیں توڑتا)

یہی مضمون بانگِ درا کی آخری غزل کے ایک شعر میں یوں باندھا گیا ہے:

اے مسلماں! ہر گھڑی پیشِ نظر
آیۂ لایخلف المیعاد رکھ

(ص ۲۹۸)

ص کلیات۔ ۲۹۶

لایخلف المیعاد:

اشارہ ہے متعدد آیاتِ قرآنی کی طرف مثلاً

ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ط ان اللہ لایخلف المیعادO

(آلِ عمران: ۹)

(اے ہمارے رب: تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کوئی شبہ نہیں۔ بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا)

حتیٰ یاتی وعد اللہ ان اللہ لایخلف المیعاد

(الرعد: ۳۱)

(جب تک کہ پہنچے وعدہ اللہ کا، بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا)

ص کلیات۔ ۲۹۷

تنک تابی:

(ستاروں کی) چمک کا ماند پڑ جانا

ص کلیات۔ ۲۹۷

دورِ گراں خوابی:

گہری نیند کا زمانہ، غفلت کا دور

ص کلیات۔ ۲۹۷

عروقِ مُردۂ مشرق:

مشرق کی مردہ رگیں، مشرقی اقوام خصوصاً مسلمانوں کی خوابیدہ قوتیں۔

[عروق: 'عرق' کی جمع، رگیں + مردہ + مشرق]

ص کلیات۔ ۲۹۷

سینا:

ابن سینا

دیکھیے: 'بوعلی سینا'

ص کلیات۔ ۲۹۷

شکوہِ ترکمانی:

ترکوں کا سا جاہ و جلال جس نے اسلام کا یہ مطالبہ پورا کیا کہ مسلمانوں کو طاقت اور حکومت حاصل ہونی چاہیے۔

ص کلیات۔ ۲۹۷

ذہنِ ہندی:

۱۔ اہلِ ہند کا ذہن جو ادراک کی تیزی اور فکر کی بلندی میں تمام قوموں سے آگے تھا۔ خصوصاً مابعدالطبیعی مباحث میں، نہ یونانی ان کی ہم سری کر سکتے ہیں، نہ چینی اور مصری۔

۲۔ ہندیوں کا سا ذہن جو حقائق تک پہنچ سکتا ہے۔

ص کلیات۔ ۲۹۷

نطقِ اعرابی:

عربوں کی سی فصاحت و بلاغت جو اسلام کی تبلیغ کے لیے درکار ہے۔

ص کلیات۔ ۲۹۷

شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

۱۔ ملتِ اسلامیہ حالتِ عروج و کمال میں صفاتِ باری تعالیٰ کی مظہر ہے۔ اللہ کی صفات سہ گانہ مراتب رکھتی ہیں۔ ایک جہت سے یہ مراتب ارادہ، علم اور کلام ہیں اور دوسری جہت سے جلال، جمال اور حق...... 'شکوہِ ترکمانی' ارادے اور جلال کا، 'ذہنِ ہندی' علم اور حق کا اور 'نطقِ اعرابی' جمال اور کلام کا مظہر ہے۔

۲۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ اسے غالب کیا جائے، سمجھا جائے اور پھیلایا جائے۔ غلبے کے لیے تاتاریوں اور سلجوقوں کا سا شکوہ، فہم کے لیے ہندیوں کا سا ذہن اور تبلیغ کے لیے عربوں کا سا نطق یعنی حسنِ اظہار اور قدرتِ کلام درکار ہے۔

۳۔ شکوہ، ذہن اور نطق — دین کی دنیاوی، حقیقی اور انسانی جہات کے مظاہر ہیں۔

ص کلیات۔ ۲۹۷

نوارا تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

دیکھیے:

نوارا تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

(عرفی)

ص کلیات۔ ۲۹۷

تقدیرِ سیمابی:

پارے کی خاصیت، پارے کی فطرت

[تقدیر= شے کے مستقل حدود جن سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی، ذاتی تعیّن+ سیماب+ ی= یائے نسبت کا]

ص کلیات۔ ۲۹۸

وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینتِ برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

ا۔'' اقبال کہتے ہیں کہ بے شک مسلمانوں کے پاس لڑائی کا وہ سازو سامان موجود نہیں جو اہلِ یورپ کے پاس ہے، لیکن ان میں جاں باز مجاہدوں کی کمی نہیں اور اس کی تازہ مثال وہ ترک غازی پیش کر چکے تھے جنھوں نے مصطفیٰ کمال کی سالاری میں یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کے سازشی پھندے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ ان کے پاس کون سا سازو سامان تھا؟ وہ اپنی ہمت سے اٹھے اور یونانیوں کو پے در پے شکستیں دے کر اناطولیہ سے نکال دیا۔ حالانکہ انگریز اور فرانسیسی یونانیوں کی پشت پر تھے۔ یونانیوں سے فارغ ہو کر ترک غازی قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی طرف بڑھے تو انگریزوں اور فرانسیسیوں سے جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ترک اس سے ہراساں نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ترکوں سے الگ صلح کر لی۔ انگریزوں کے وزیراعظم لائڈ جارج نے جنگ کی ٹھانی، کسی نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ اس کی وزارت ٹوٹ گئی۔ نئی وزارت نے ترکوں سے صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ لوزان میں عہد نامہ مکمل ہو گیا اور ترکوں کو آزادی مل گئی۔ اس مثال سے روزِ روشن کی طرح آشکارا ہے کہ ہمت، دلیری اور جاں فشانی موجود ہو تو بڑے سازو سامان کے بغیر بھی فتح ونصرت پاؤں چومنے لگتی ہے۔'' [غلام رسول مہر، مطالبِ بانگِ درا، ص ۳۲۵]

۲۔ اس شعر میں چند لفظی رعایتوں کے ذریعے سے حسنِ معنی میں اضافہ کیا گیا ہے:
ا۔ 'پاک' کم از کم پانچ معنی میں استعمال ہوا ہے: سادہ، اسلحے سے بے نیاز، لطیف، روشن، پاکیزہ۔
ا:ا۔ 'پاک' بمعنی 'سادہ' اور 'زینت' باہم متضاد ہیں۔
۲:ا۔ 'پاک' بمعنی 'اسلحے سے بے نیاز' اور 'برگستواں' بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
۳:ا۔ 'پاک' بمعنی 'غیر مادّی ولطیف' اور 'زینتِ برگستواں' میں تضاد کی نسبت ہے۔
۴:ا۔ 'پاک' بمعنی 'لطیف' کا وجود باطنی ہے جب کہ 'زینتِ برگستواں' ظاہر ہے۔ یہ ان کے تضاد کا ایک اور رخ ہے۔ نیز اس معنی میں 'پاک'، 'جگر تابی' سے معنوی مناسبت رکھتا ہے کیوں کہ 'جگر تابی' بھی ایک باطنی عمل یا وصف ہے۔
۵:ا۔ 'پاک' بمعنی 'روشن' اور 'جگر تابی' یعنی 'جگر کو روشن کرنا' یا 'دل کا منور ہونا' میں جو مناسبت ہے وہ واضح ہے۔
۶:ا۔ 'پاک' بمعنی 'پاکیزہ'، 'مردِ غازی' اور 'جگر تابی' میں پاکیزگی مشترک ہے۔

۷:ا۔ 'پاک' اور 'جگر تابی' میں ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ 'جگر تابی' بھی پاکی کا عمل یا ثمر ہے۔
۲۔ 'زینتِ برگستواں' اور 'مردِ غازی کی جگرتابی' میں دہرا تقابل ہے۔ ایک وصف کا، جس کے ذریعے سے یہ دکھایا گیا ہے کہ حقیقی بہادری اور ہتھیار سجا لینے میں بڑا فرق ہے، اور دوسرا موصوف کا، جو یہ بتاتا ہے کہ آدمی چاہے خالی ہاتھ ہی کیوں نہ ہو، آراستہ پیراستہ گھوڑے سے بہرحال افضل ہے۔

ص کلیات۔ ۲۹۸

چشمِ پاک بین:

وہ آنکھ جس کی نظر کثافت کی بجائے لطافت پر ہو، ظاہر سے دھوکا کھائے بغیر باطن کو دیکھنے والی آنکھ، حقیقت پر نگاہ رکھنے والی آنکھ۔

ص کلیات۔ ۲۹۸

زینتِ برگستواں:

ا۔ پاکھر کی سجاوٹ، لڑائی کے گھوڑے کے جامے کی سج دھج۔
۲۔ جنگی سازو سامان کی چکاچوند۔
[زینت = آرائش + برگستواں = گھوڑے کا ساز، پاکھر]

ص کلیات۔ ۲۹۸

جگر تابی:

جگر گرم رکھنا یعنی بہادری، فطری شجاعت، سخت محنت جو کسی بڑے جذبے سے کی جائے۔

ص کلیات۔ ۲۹۸

ضمیرِ لالہ:

مراد مسلمان کا دل
نیز دیکھیے: 'لالۂ صحرائی'

ص کلیات۔ ۲۹۸

چمن:

مراد ملتِ اسلامیہ، عالمِ اسلام

ص کلیات۔ ۲۹۸

سرشکِ چشمِ مسلم:

مسلمان کی آنکھ کا آنسو

ص کلیات۔ ۲۹۸

نیساں:

یعنی ابرِ نیساں جس سے برسنے والی کچھ بوندیں سیپی میں پہنچ کر موتی بن جاتی ہیں، ابرِ بہار

ص کلیات۔ ۲۹۸

خلیل اللہؑ کے دریا:

مراد امتِ محمدیہ جو ملتِ ابراہیمی ہے۔

ص کلیات۔ ۲۹۸

شاخِ ہاشمی:

رسولِ ہاشمی ﷺ کی لگائی ہوئی ٹہنی یعنی امتِ مسلمہ، ہاشم، آپ ﷺ کے پردادا تھے۔

ص کلیات۔ ۲۹۸

برگ و بر:

برگ و بار، پتے اور پھل، سرسبزی اور ثمرداری

ص کلیات۔ ۲۹۸

ربود آں ترکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را
(وہ شیرازی ترک تبریز اور کابل کا دل اچک لے گیا)

یہ مصرع حافظ شیرازی کے مشہور شعر کی یاد دلاتا ہے:

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

ص کلیات۔ ۲۹۸

ترکِ شیرازی:

مراد جدید ترکی کا بانی مصطفیٰ کمال پاشا

ص کلیات۔ ۲۹۸

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا......:

اشارہ ہے خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کی طرف

ص کلیات۔ ۲۹۸

جہاں بانی سے ہے دشوارتر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

اس شعر میں کئی نکتے اور رعایتیں ہیں:

ا۔ 'جہاں بینی'، 'جہاں بانی' سے مشکل یعنی افضل ہے کیوں کہ:

ا۔ 'جہاں بانی' کا تعلق صورت سے ہے اور 'جہاں بینی' کا معنی سے۔

ب۔ 'جہاں بانی' کا 'جہان' تاریخی ہے اور 'جہاں بینی' کا تقدیری۔

ج۔ 'جہاں بانی' میں ارادہ، عقل پر اور عمل، علم پر غالب ہے جب کہ 'جہاں بینی' میں صورتِ حال اس کے برعکس ہے اور مراتب کے حقیقی توازن کے مطابق۔

د۔ 'جہاں بانی' کا اصول قوت ہے اور 'جہاں بینی' کا معرفت۔

ہ۔ 'جہاں بانی' دنیا میں رہے بغیر ناممکن ہے جبکہ 'جہاں بینی' دنیا سے اوپر اٹھے بغیر محال ہے۔

۲۔ دونوں کا موضوع ایک ہے اور ان کی آواز بھی ملتی جلتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ 'بانی' میں الف نے زور، تحکم اور بلندی پیدا کر کے آواز کا رخ باہر کی طرف کر دیا ہے جبکہ 'بینی' میں 'ی' کی وجہ سے گداز، گونج اور گہرائی پیدا ہو گئی ہے اور آواز سینے کی طرف پلٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

۳۔ 'جہاں بانی' کے لیے 'جگر' چاہیے اور 'جہاں بینی' کے لیے 'چشمِ دل'۔ چشمِ دل کو بینا کرنے کے لیے جگر خوں کرنا پڑتا ہے یعنی 'جہاں بینی' کی خاطر 'جہاں بانی' کے جھگڑوں سے دور رہنا پڑتا ہے، اور ظاہر ہے کہ صلاحیت رکھنے کے باوجود 'جہاں بانی' کی طرف ملتفت نہ ہونا خود 'جہاں بانی' سے زیادہ دشوار ہے۔

ص کلیات۔ ۲۹۸

جہاں بانی:

دنیا پر حکمرانی کرنا، دنیا کا نظام چلانا

ص کلیات۔ ۲۹۸

جہاں بینی:

مطالعۂ کائنات، نظامِ عالم کی حقیقت جاننے کی کوشش

ص کلیات۔ ۲۹۹

بلبل:

یعنی خود اقبال جو اپنی قوم کو نغمۂ امید سنا رہے ہیں۔ اقبال نے اپنے آپ کو ایک تو شاعر ہونے کی وجہ سے بلبل سے تشبیہ دی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ بلبل اس عاشق کی علامت ہے جس کا محبوب اس کی آنکھ سے اوجھل نہ ہو اور جس کے اندر امید، یاس پر اور بقائے ذات کا داعیہ، فنائے ذات کی خواہش پر غالب ہو۔

ص کلیات۔ ۲۹۹

کبوتر:

مراد موجودہ مسلمان جس نے غلامی اور بزدلی کو شعار بنا رکھا ہے

ص کلیات۔ ۲۹۹

شاہیں:

آزادی، حوصلے اور بہادری کی علامت، مراد مسلمانوں کے اسلاف

ص کلیات۔ ۲۹۹

حدیثِ سوز وسازِ زندگی:

۱۔ زندگی کے دکھ سکھ اور عروج و زوال کی حکایت، زندگی جس حرارت وحرکت سے عبارت ہے اس کا ماجرا، حقیقتِ حیات کا بیان

۲۔ سوز وساز کا تعلق عشق سے ہے اسی لیے ان کا اظہار بلبل کی زبان سے کروایا جا رہا ہے

ص کلیات۔ ۲۹۹

خدائے لم یزل:

خدائے قدیم جسے زوال نہیں

ص کلیات۔ ۲۹۹

مکاں:

دنیا، کائنات، ظرفِ وجود

ص کلیات۔ ۲۹۹

مکیں:

اہلِ عالم، انسان

ص کلیات۔ ۲۹۹

آنی:

جس کا وجود بس پل بھر کا ہو، وقتی، لمحاتی، وہ وجود جو زمانے کے تابع ہو

ص کلیات۔ ۲۹۹

ازل:

ہمیشگی باعتبارِ ماضی، زمانے کا مصدر جو خود زمانی نہیں ہے۔

ص کلیات۔ ۲۹۹

ابد:

ہیشگی باعتبارِ مستقبل، زمانے کا مرجع اور منتہا جو خود زمانی نہیں ہے

ص کلیات۔ ۲۹۹

حنا بندِ عروسِ لالہ:

۱۔ گلِ لالہ کو جو گویا دلھن ہے، مہندی لگانے والا

۲۔ جس کے ذریعے اسلام کی محبوبیت اور جمال ظاہر ہو

۳۔ اسلام کے شجر کو اپنے لہو سے سینچنے والا

۴۔ انسانیت کے فطری امکانات کی تکمیل کرنے والا

[حنا بند= مہندی لگانے والا، آراستہ کرنے والا + عروس = دلھن + لالہ= علامت ہے اسلام کی جمالی جہت اور انسان کی فطرتِ اصلی کی]

ص کلیات۔ ۳۰۰

فطرت:

وجودِ انسانی کے دو اصول ہیں: خلق اور امر

یہاں 'فطرت' وجود کی وہ اصل ہے جو امر سے متعلق ہے۔

ص کلیات۔ ۳۰۰

امیں:

حامل، امانت دار۔

ص کلیات۔ ۳۰۰

ممکناتِ زندگانی:

زندگی کے پوشیدہ امکانات، منتہاے حیات، عروج اور پھیلاؤ کی وہ تمام ممکنہ صلاحیتیں جو زندگی کو ودیعت کی گئی ہیں

ص کلیات۔ ۳۰۰

جوہرِ مضمر:

۱۔ پوشیدہ جوہر، چھپی ہوئی صلاحیتیں، مخفی امکانات

۲۔ کسی چیز کی اصل جس پر اسے پیدا کیا گیا، اور غایت جس کے لیے پیدا کیا گیا۔

ص کلیات۔۳۰۰

امتحاں:

پرکھ، کسوٹی

ص کلیات۔۳۰۰

عالمِ جاوید:

ہمیشہ رہنے والی دنیا، عالمِ آخرت

ص کلیات۔۳۰۰

ارمغاں:

تحفہ، ہدیہ

ص کلیات۔۳۰۰

صداقت:

۱۔ سچائی جس سے نفاق کا ازالہ ہوتا ہے۔ دنیا کی محبت سے نجات ملتی ہے، ماسوی اللہ کا خوف دل سے غائب ہو جاتا ہے اور نفس پر قابو میسر آتا ہے

۲۔حق کا ظہور انسانی طبیعت میں

ص کلیات۔۳۰۰

عدالت:

عدل و انصاف جو جانب داری، تعصب اور ظلم کی ضد ہے اور جس سے اپنے نفس اور تمام معاملات کو احکامِ الٰہیہ کے تابع رکھنے کی وہ قوت میسر آتی ہے جو اگر نہ ہو تو انسانیت اور کائنات کا نظام ناہموار ہو جائے۔ دنیا میں انسانی وجود کے جواز اور اس کے کردار کی تشکیل کے جو عناصر لازماً درکار ہیں، عدل ان میں سے ایک ہے

۲۔حق کا ظہور انسانی ارادے میں

ص کلیات۔۳۰۰

شجاعت:

۱۔ بہادری جو حق سے انحراف کا راستہ طاقت سے بند کرتی ہے اور زندگی کو مقصد کے تابع رکھنے کے لیے کسی سطحی اور وقتی سود و زیاں کی پروا نہیں کرتی

۲۔ روحِ جہاد

۳۔حق کے لیے جاں نثاری کا جذبہ اور اس کا عملی اظہار

۴۔ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے سب سے زیادہ درکار وصف

ص کلیات۔ ۳۰۰

دنیا کی امامت:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ ﷺ کو دنیا کی امامت عطا کی ہے، یہ مضمون قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوا ہے، مثلاً:

"کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ط......" (آلِ عمران: ۱۱۰)

([اے امتِ محمدیہ ﷺ] تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور ایمان لاتے ہو اللہ پر)

اقبال نے اس امامت کے جو تین اوصاف بتائے ہیں، وہ بھی اسی آیت سے مستفاد ہیں۔ 'عدالت'، ایمان باللہ کے لیے، 'صداقت' امر بالمعروف کے لیے اور 'شجاعت' نہی عن المنکر کے لیے ضروری ہے۔

۲۔ یہ امامت وہ ہے جو دنیا میں ترقی و خوشحالی اور آخرت میں نجات کی واحد ضامن ہے۔

ص کلیات۔ ۳۰۰

مقصودِ فطرت:

۱۔ تخلیق کا مقصد

۲۔ فطرتِ سلیم کا تقاضا

ص کلیات۔ ۳۰۰

میانِ شاخساراں:

۱۔ شاخساروں کے بیچ، درختوں کے جھنڈ میں، ہرے بھرے باغ میں

۲۔ نسل پرستی اور علاقائیت کی جھوٹی جنت میں

۳۔ دنیا کی چمک دمک اور عیش و آرام میں

ص کلیات۔ ۳۰۰

شاہینِ قہستانی:

۱۔ قہستان کا شاہین، قہستان، خراساں کا ایک علاقہ ہے جہاں کے شاہین کسی زمانے میں مشہور تھے

۲۔ مسلمان جو ارضیت اور اس کے تمام مظاہر مثلاً نسلی امتیاز، علاقائیت، دنیا پرستی وغیرہ سے بلند ہے

ص کلیات۔ ۳۰۱

گماں آبادِ ہستی:

۱۔ دنیا جو گمان کا گھر ہے

۲۔ عالمِ موجودات جسے میر نے 'توہم کا کارخانہ'، درد نے 'خیال کا چمن' اور غالب نے 'حلقۂ دامِ خیال' اور 'ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے' کہا ہے۔

ص کلیات۔ ۳۰۱

یقیں:

۱۔ ایمان

۲۔ حق کی معرفت سے پیدا ہونے والی مستقل کیفیت جو ذہن کے حوالے سے علم اور قلب کے حوالے سے عین یعنی مشاہدہ کہلاتی ہے

۳۔ معلوم جو حقیقی ہے، علم کا اس کے مطابق ہونا

۴۔ علم جس کی اساس وحی پر ہو۔

ص کلیات۔ ۳۰۱

قندیلِ رہبانی:

۱۔ راہبوں کا چراغ، کسی زمانے میں عیسائیوں کے تارک الدنیا درویش جو آبادیوں سے دور جنگل بیابان میں سکونت رکھتے تھے، رات کے وقت اپنی کٹیا کے آگے ایک چراغ جلائے رکھتے تھے جس کی روشنی دیکھ کر بھولے بھٹکے، تھکے ماندے مسافر پہنچ جاتے تھے۔ وہاں خوراک اور آرام کا بندوبست ہوتا تھا۔ جو مسافر راستہ بھولے ہوئے ہوتے، ان کی رہنمائی بھی ہو جاتی تھی۔

۲۔ دنیا و آخرت میں رہنمائی کرنے والی روشنی جو ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو دنیا کی محبت سے آزاد ہو کر اللہ کی طرف یکسو ہو چکے ہیں یعنی مسلمان۔

۳۔ نورِ ہدایت

[قندیل= چراغ + رُہبان = زاہد، پارسا، تارک الدنیا درویش۔ بعض لوگ اسے راہب کی جمع بتاتے ہیں۔ 'رہبان' کو 'ر' پر زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے ایک معنی تو وہی ہیں جو 'رُہبان' کے ہیں اور دوسرے معنی 'راستے کی دیکھ بھال کرنے والے' کے ہیں جس سے 'رہنما' بھی مراد لیا جا سکتا ہے لہٰذا مسلمان کی نسبت سے 'رُہبان' کہنا زیادہ مناسب ہے + ی = یائے نسبت، کا]

ص کلیات۔ ۳۰۱

استبداد:

ظلم وستم، مطلق العنانی

ص کلیات۔ ۳۰۱

زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

۱۔ مثالی مسلمان تین اوصاف کا حامل ہوتا ہے: قوت جس سے کفر کا زور ٹوٹے اور غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہو، فقر جو حب دنیا اور نفس پرستی سے محفوظ رکھتا ہے اور صدق جو معاشرے کی ہیئت اجتماعی کو مثبت بنیادوں پر برقرار رکھتا ہے اور انسان کے نظامِ تعلق کی تمام جہات کو باہم مربوط رکھتا ہے۔

۲۔ انسان جسم، نفس اور روح کا مجموعہ ہے۔ 'زور' جسم کا، 'فقر' نفس کا اور 'صدق' روح کا کمال ہے۔ یہ گویا لف ونشرِ مرتب ہوا۔

نیز دیکھیے: 'زورِ حیدرؓ'، 'فقرِ بوذرؓ'، 'صدقِ سلمانیؓ'

ص کلیات۔ ۳۰۱

زورِ حیدرؓ:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طاقت جس نے کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی اور اسلام کے غلبے کا وہ درازہ کھول دیا جس پر دستک دینا بھی دشوار تھا

۲۔ حیدر، شیر کو کہتے ہیں، یعنی شیرِ خدا کا زور جو ہر قوت پر غالب ہے۔

نیز دیکھیے: 'زورِ حیدری'

ص کلیات۔ ۳۰۱

فقرِ بوذرؓ:

حضرتِ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی درویشی جس نے یہ بتا دیا کہ جاہ و مال کی محبت سے چھٹکارا پانا کس قدر ضروری اور کس طرح ممکن ہے، اور فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق دنیا میں مسافر کی طرح رہنے کی کیا شان ہوتی ہے

ص کلیات۔ ۳۰۱

صدقِ سلمانیؓ:

۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سچائی اور راستی جو رسول اللہ ﷺ تک رسائی کا سبب اور حصولِ فضائل کا ذریعہ بنی

۲۔ 'صدق' کی درجہ بہ درجہ تعریفات:

ا۔ سچ، خبر مطابقِ واقعہ

ب۔ ظاہر و باطن، حال و قال، قول و فعل اور خلوت و جلوت میں کوئی فرق، کوئی تضاد نہ ہونا

ج۔ اعمال میں نقص، احوال میں کھوٹ اور عقیدے میں شک نہ ہونا
د۔ ہر نیکی محض اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنا
ر۔ ظہورِ حق
نیز دیکھیے: ''صداقت''، 'صدقِ خلیلؑ''

ص کلیات۔ ۳۰۱

احرارِ ملت:

ملت کے مردانِ آزاد یعنی ترک

ص کلیات۔ ۳۰۱

تجمل:

شان وشکوہ، آن بان

ص کلیات۔ ۳۰۱

ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

یعنی زندگی کی بقا کا دارومدار فوجی قوت اور جنگی سازوسامان کی بھرمار پر نہیں بلکہ پختہ ایمان پر ہے۔ اسی لیے جرمن شکست کھا گئے اور ترکوں کو فتح نصیب ہوئی۔ جرمن اپنے لیے لڑے لہٰذا اس قانونِ فنا وزوال کی زد میں آ گئے جو انسان کا مقدر ہے، ترک اللہ کے لیے لڑے اور اس اصولِ بقا وکمال سے ہم آہنگ ہو گئے جو اللہ کا عظیم انعام ہے۔

ص کلیات۔ ۳۰۱

ثباتِ زندگی:

۱۔ زندگی کی بقا
۲۔ زندگی کا تاریخی انقلابات اور زمانی تغیرات سے متاثر نہ ہونا
۳۔ زندگی کی بنیادی اقدار کا ہر صورتِ حال میں برقرار رہنا

ص کلیات۔ ۳۰۱

ایمانِ محکم:

۱۔ مضبوط ایمان
۲۔ اللہ پر اٹل ایمان اور اس کے تمام تقاضوں پر عمل
۳۔ پختہ ایمان اور پکا توکّل، اللہ پر پورا اعتقاد اور اعتماد

۴۔'محکم' کی تعریف یہ ہے کہ مبہم نہیں ہوتا اور اس میں کسی بھی طرح کی تبدیلی اور تغیر محال ہے۔'ایمانِ محکم' وہ ہے جس میں لفظ اور معنی دونوں مستقل اور نا قابلِ تغیر ہوں اور اس کے مفہوم میں اختلاف جائز نہ ہو۔

ص کلیات۔ ۳۰۱

المانی:

المانیہ (جرمنی) کا باشندہ، جرمن

ص کلیات۔ ۳۰۱

تورانی:

ترک

ص کلیات۔ ۳۰۱

انگارۂ خاکی:

مٹی کا پتلا

[انگارہ= ادھورا نقش، کوئی بھی ناتمام تخلیق+ خاکی]

ص کلیات۔ ۳۰۱

یقیں:

۱۔ایمانِ محکم

۲۔علم کا عین بن جانا، شنیدہ کا دیدہ ہو جانا

نیز دیکھیے: 'ایمانِ محکم'، 'ذوقِ یقیں'

ص کلیات۔ ۳۰۱

بال وپرِ روح الامیں:

۱۔حضرت جبریل علیہ السلام کے سے بال و پر

۲۔ دنیاے خاک سے عالمِ پاک تک پرواز کرنے کی استعداد

۳۔ اللہ تک رسائی کی قوت، منتہاے کمال تک پہنچنے کی صلاحیت

۴۔ یہاں 'روح الامیں'، ''انگارۂ خاکی' کی ضد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔'انگارۂ خاکی' استعارہ ہے نقص، پستی، جہل، فنا اور خدا سے دوری کا...... جب کہ 'روح الامیں' علامت ہے کمال، عروج، علم، بقا اور قربِ الٰہی کی۔

ص کلیات۔ ۳۰۱

ذوقِ یقیں:

۱۔حق الیقین: سن کر ماننا علم الیقین ہے، دیکھ کر ماننا عین الیقین ہے اور چھو کر، چکھ کر ماننا حق الیقین ہے

۲۔ ایمان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی طبیعت کا بنیادی حال

۳۔ ایمان کا طبعی اور فطری امر بن جانا

۴۔ 'حق' کا محسوس بن جانا

۵۔ اللہ نے مسلمانوں سے جو وعدے کیے ہیں ان کو بدترین حالات میں بھی اٹل جاننا اور اس یقین کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حال سے سرشار رہنا

۶۔ 'یقین' بمعنی 'تجربی توثیق' اور 'ایمان بالغیب' کی یکجائی سے پیدا ہونے والی نفس کی مستقل کیفیت

نیز دیکھیے: 'یقیں'

ص کلیات۔۳۰۲

ولایت، بادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

۱۔ ایمان کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ذاتِ الٰہیہ کا قرب، احکامِ الٰہیہ کی اطاعت اور افعالِ الٰہیہ کی معرفت نہ صرف یہ کہ خود حاصل کی جائے بلکہ ان کے حصول کا راستہ دوسروں کو بھی بتایا جائے۔ ولایت یہ بتاتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود، مقصود اور محبوب نہیں۔ 'بادشاہی' یہ دکھاتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مالک و حاکم نہیں اور 'علمِ اشیا' سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق و صانع نہیں۔

۲۔قربِ خداوندی، دنیاوی غلبہ اور علم کائنات۔ ایمان کا تقاضا بھی ہے اور اس کا پھل بھی۔

۳۔ اللہ سے شدید تعلق اور دنیا پر علمی و عملی غلبہ۔ یہ ہے ایمان کا وہ نکتہ جس کی تفسیر صوفی کرتا ہے تو اللہ کی محبوبیت، بادشاہ کرتا ہے تو اللہ کی حاکمیت اور سائنس داں کرتا ہے تو اللہ کی فاعلیت اجاگر ہو جاتی ہے۔

ص کلیات۔۳۰۲

ولایت:

دوستی، اللہ کا عاشق و مخلص دوست ہونا، قربِ خداوندی، معرفتِ الٰہی جو رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی کی بدولت میسر آئے۔

ص کلیات۔۳۰۲

علمِ اشیا:

کائنات کا علم جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فعلِ تخلیق میں کارفرما حکمت کا سراغ ملتا ہے اور کائنات پر انسان کے غلبے کی راہ کھلتی ہے، سائنس۔

ص کلیات۔۳۰۲

علمِ اشیا کی جہانگیری:

اشیا کا ایسا علم کہ دنیا کی کوئی شے اس سے باہر نہ ہو،علمِ اشیا جو پوری دنیا کو محیط ہو

ص کلیات۔۳۰۲

براہیمی نظر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی نظر جو:

۱۔حقیقت تک رسائی رکھتی ہے اور جسے شیطان دھوکا نہیں دے سکتا۔

۲۔حقائقِ توحید کے مشاہدے میں مشغول ہے اور کثرت کو بھی وحدت ہی کا ظہور سمجھتی ہے اور کسی بھی صورتِ حال میں اپنے رب کی حضوری سے خالی نہیں رہتی۔

۳۔اللہ کی طرف یکسو ہے اور جس چیز کو بھی دیکھتی ہے، اللہ کی نشانی کے طور پر دیکھتی ہے۔

۴۔ہر حال میں اللہ کی مرضی دیکھتی ہے۔

۵۔شرک کی تمام صورتوں کو پہچانتی ہے خواہ وہ توحید ہی کے پردے میں کیوں نہ ہوں۔

ص کلیات۔۳۰۲

تمیزِ بندہ و آقا:

غلام اور مالک، حاکم اور محکوم، امیر اور غریب کا امتیاز......اور اس کی بنیاد پر بننے والا پورا نظامِ زندگی۔

ص کلیات۔۳۰۲

فسادِ آدمیت:

آدمیت کا بگاڑ، انسانیت کی روح میں پیدا ہونے والی خرابی جس سے انسانیت کی تعریف بدل جائے۔

ص کلیات۔۳۰۲

حذر:

خبردار، ڈرو، سنبھل جاؤ

ص کلیات۔۳۰۲

چیرہ دستاں:

'چیرہ دست' کی جمع، اہلِ اقتدار، زورآور اور بااختیار لوگ

ص کلیات۔۳۰۲

فطرت:

۱۔ قدرتِ الٰہیہ جو موجودات کی حقیقت کی بھی خالق ہے

۲۔ قدرت جو کائنات کی خالق ہے اور اس کا نظام چلا رہی ہے

ص کلیات۔۳۰۲

تعزیریں:

سزائیں

ص کلیات۔۳۰۲

حقیقت:

وہ امرِ مشترک جس پر تمام موجودات قائم ہیں اور جو ان کے باہمی امتیازات سے متاثر نہیں ہوتا

ص کلیات۔۳۰۲

چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نالے
دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

(مرد خدا کو کیا چاہیے؟ بلند طبیعت، پاکیزہ مشرب
حرارت بھرا دل، پاک بیں نظر، بے تاب روح!)

ص کلیات۔۳۰۳

یہ خاکی:

یعنی ترک

ص کلیات۔۳۰۳

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

''جرمن جن کے جھنڈوں کا نشان عقاب تھا، عقابی شان سے اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہوئے تھے لیکن لڑائی ختم ہوئی تو یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بال و پر نُچوا بیٹھے تھے۔ دوسری طرف نگاہ ڈالو کہ سرزمینِ شام کے ستارے یعنی ترک، شفق کے لہو میں ڈوب کر پھر ابھر آئے۔ عقابی شان کے ساتھ جھپٹنے والوں سے اشارہ جرمنوں

کی طرف ہے جن کی ابتدائی فتوحات نے (پہلی جنگِ یورپ) ساری دنیا پر کپکپی طاری کر دی تھی، لیکن چار سال میں ان کی قوت زائل ہو گئی اور وہ ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ برطانیہ، فرانس اور امریکا نے جو صلح نامہ ان کے سامنے پیش کیا، اسے چپ چاپ قبول کر لیا۔ شام کے ستاروں سے مراد ترک ہیں اور لفظ شام، وقت اور سرزمین دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ترکوں کے پاس ویسی قوت ہرگز نہ تھی جیسی جرمنوں کے پاس تھی۔ ان بے چاروں کا خون بڑی بے دردی سے بہایا گیا۔ انھوں نے بھی ہتھیار ڈالے لیکن اس شرط پر کہ ان کی آزادی بحال رہے گی۔ جب اتحادیوں نے ان آزادی کو مجروح کرنا چاہا تو ترک تلوار سنبھال کر کھڑے ہو گئے اور آزادی کو محفوظ کر چکنے کے بعد ہی اطمینان سے بیٹھے۔''

(مطالبِ بانگِ درا: ص ۳۳۱)

ص کلیات۔ ۳۰۳

ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گہر نکلے

''جن کی آبدوزیں سمندر کے نیچے ہر جگہ دوڑتی پھرتی تھیں یعنی جرمن، وہ سمندر ہی میں دفن ہو گئے، یعنی اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس کے برعکس ترکوں کو دیکھو کہ وہ ہر جگہ لہروں کے طمانچے کھا رہے تھے اور بظاہر ان کی حالت بہت خستہ نظر آتی تھی، لیکن انھی مصیبتوں کے طوفانوں میں سختیاں سہتے سہتے وہ موتی بن گئے اور آج ان کی آب و تاب سے دنیا کی نگاہوں میں چکاچوند پیدا ہو رہی ہے۔ اس شعر میں بھی جرمنوں اور ترکوں ہی کا مقابلہ کیا ہے۔''

(مطالبِ بانگِ درا: ص ۳۳۱)

ص کلیات۔ ۳۰۳

''غبارِ رہ گزر ہیں کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے''

''جس قوم کو سائنس کے علوم میں کمال کا درجہ حاصل تھا (یعنی جرمن قوم)، وہ راستے کا غبار بن کر رہ گئی، لیکن جس قوم کی پیشانیاں خدائے پاک کے روبرو سجدہ ریز ہوتی تھیں (یعنی ترک قوم)، وہ اکسیر بنانے والی ثابت ہوئی۔''

(مطالبِ بانگِ درا: ص ۳۳۱)

ص کلیات۔ ۳۰۳

کیمیا:

۱۔ کیمسٹری، مراد سائنسی علوم

۲۔ مادّے میں تصّرف کر کے اس کی صورت یا خاصیت یا ماہیت بدلنے کے لیے زمانۂ قدیم میں پانچ علوم ایجاد کیے گئے تھے۔ کیمیا، لیمیا، سیمیا، ریمیا اور ہیمیا۔ کیمیا کا بنیادی تصور یہ تھا کہ دیگر موجودات کی طرح معدنیات میں بھی روح اور نفس کی ایک خاص

ترکیب اور امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہ امتزاج ناقص ہوتو جوہر بھی ناقص رہ جاتا ہے، تاہم امتزاج کے اس نقص کو دور کر کے گھٹیا جوہر کو اعلیٰ جوہر بنایا جا سکتا ہے، مثلاً قلعی کو چاندی، تانبے کو سونا وغیرہ۔

۳۔ تمام مخفی علوم کی طرح کیمیا کی بھی دو جہتیں ہیں، ایک مادّی اور دوسری روحانی۔ البتہ اصول دونوں کا ایک ہے: قلبِ ماہیت یا انقلابِ تشخص۔ روحانیت میں کیمیا کا کردار یہ ہے کہ روح اور نفس کو ان کے اصلی امتزاج اور توازن کی طرف لوٹا کر انسان کی ارضیت کو زائل کر کے اس کو سماوی بنایا جائے تا کہ وہ وجود کے روحانی مرکز میں دوبارہ قیام پکڑ لے۔

۴۔ اکسیر، سونا بنانے کی چٹکی

نیز دیکھیے: ''کیمیا کیا ہے''

ص کلیات۔۳۰۳

اکسیر گر:

اکسیر بنانے والا

۲۔ جو ایسی دوا بنانا جانتا ہو جس سے مردہ بھی جی اٹھے

۳۔ چیزوں کی ماہیت بدل دینے والا، مثلاً مٹی کو سونا، شکست کو فتح اور غلامی کو آزادی بنا دینے والا۔

۴۔ اللہ کے احکام پر عمل کر کے ناقابلِ یقین کارنامے انجام دینے والا

۵۔ اللہ پر توکل کر کے اسباب کے پورے نظام کو الٹ پلٹ کر دینے والا

۶۔ اپنی حقیقت کا عرفان کر کے اس کی قوت سے کائنات کو مسخر کر لینے والا

۷۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا قرب حاصل کر لینے والا جہاں تقدیر بندے کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے

ص کلیات۔۳۰۳

ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں، وہ بے خبر نکلے

۱۔ ایک طرف یونانی اور یورپی افواج تھیں جن کے پاس جنگوں میں خبر رسانی کا جدید ترین نظام موجود تھا اور دوسری طرف ترک تھے جو وائرلیس، ٹیلی گراف، ٹیلی فون وغیرہ سے محروم تھے مگر ان کے پاس زندگی کا وہ پیغام تھا جسے ان کے دشمن پکڑ ہی نہ سکے۔

۲۔ جرمنوں کے پاس باخبر رہنے کا سارا انتظام موجود تھا لیکن انھیں اپنے انجام کی اطلاع نہ ہوئی۔ ترکوں کے پاس کچھ نہیں تھا مگر وہ پیغامِ حیات تھا جو ان ذریعوں کا محتاج نہیں اور جسے وہی دل موصول کرسکتا ہے جو آزادی کے جذبے سے سرشار ہو۔

ص کلیات۔۳۰۳

حرم:

۱۔ خانۂ کعبہ

۲۔ اسلام

۳۔ عالمِ عرب

۴۔ حجاز

ص کلیات۔۳۰۳

پیرِ حرم:

یعنی شریفِ مکہ، حسین جس نے اپنے اقتدار کے لیے انگریزوں سے سازباز کر کے ترکوں کے سینے چھلنی کر دیے اور انھیں حجاز سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔

ص کلیات۔۳۰۳

کم نگاہی:

اندھا پن، کسی عمل کا انجام نہ سوچنا، عاقبت نااندیشی، خودغرضی

ص کلیات۔۳۰۳

جوانانِ تتاری:

تاتاری جوان یعنی ترک جاں باز

ص کلیات۔۳۰۳

صاحب نظر:

نگاہ والا، فراست رکھنے والا، دوراندیش، عمل کرنے سے پہلے اس کے تمام ممکنہ نتائج پر نظر رکھنے والا۔

ص کلیات۔۳۰۳

نوریانِ آسماں پرواز:

آسمان پر اڑنے والے فرشتے

ص کلیات۔۳۰۳

زندہ تر:

۱۔ زیادہ زندہ

۲۔ تاریخ کی فناکاری کا کامیابی سے مقابلہ کرنے والا

۳۔ زندگی کی عمومی اور معمولی سطح سے بلند ہو جانے والا
۴۔ زندگی کے ہر امتحان سے سرخرو ہو کر نکلنے والا
۵۔ زندگی کو کسی بڑے مقصد کے تحت رکھنے والا
۶۔ موت کے خوف سے آزاد اور زندگی کی حقیقت سے بہرہ ور

ص کلیات۔ ۳۰۳

پائندہ تر:

۱۔ زیادہ قائم اور استوار
۲۔ جس کے اصولِ حیات اٹل اور غیر متغیر ہوں
۳۔ جو تاریخ کے سفاک دھارے کے آگے کھڑا ہو کر بھی اپنی جگہ پر برقرار رہے
۴۔ جو زندگی کی اصل یعنی بقا سے ہم آہنگ ہو جائے
۵۔ جو وقتی زوال سے سمجھوتا نہ کرے اور کھویا ہوا عروج دوبارہ حاصل کر لے

ص کلیات۔ ۳۰۴

رازِ کن فکاں:

آفرینش کا بھید، تخلیق کا مقصد، کائنات کی حقیقت

ص کلیات۔ ۳۰۴

خودی:

۱۔ انسان کا ذاتی تعین جو زمانی ہونے کے باوجود معدومیت سے محفوظ ہے اور متحرک ہونے کے باوجود اس کی حرکت کا رخ ہمیشہ کمال کی طرف رہتا ہے۔
۲۔ ذاتِ انسانی جس کا حدوث ذاتی ہے نہ کہ زمانی۔
۳۔ انسانی وجود کا اصولِ امتیاز جو بقاباللہ اور غیریت پر استوار ہے، فنا فی اللہ اور عینیت پر نہیں۔
۴۔ مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی انا جو اللہ کے رنگ سے رنگین اور رسول اللہﷺ کی محبت و اطاعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔
۵۔ وہ امر جو وجود کی طرح بدیہی ہے اور انسان کے انفرادی اور نوعی تشخص کی تمام بنیادیں اسی پر کھڑی ہیں۔
۶۔ وجودِ مخلوق کی اصل اور غایت جو صرف انسان میں متحقق اور برسرِ عمل ہے۔
۷۔ انسان کا وجودی مرکز جس کی تشکیل ایمان بالغیب پر ہوئی ہے۔
۸۔ انسان کی حقیقتِ جامعہ جو بلند تر حقائق کا اثبات تو کرتی ہے مگر ان میں ضم نہیں ہوتی۔
۹۔ وہ امرِ ذاتی جس کی بنیاد پر آدمی مقاصدِ تخلیق کے حصول کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۱۰۔ ذاتِ انسانی کا نقطۂ کمال جس میں شعور، دینی حقائق سے اور ارادہ، دینی مقاصد سے ہم آہنگ ہے۔
۱۱۔ 'میں کون ہوں؟'، 'میں کیا ہوں؟' اور 'میں کس لیے ہوں؟' کا حتمی جواب۔
۱۲۔ نفسِ انسانی جو 'تخلّق باخلاق اللہ' کے مراحل طے کر چکا ہو۔
۱۳۔ انسان کی حقیقت یعنی اللہ کی بندگی اور کائنات پر حکمرانی۔

ص کلیات۔۳۰۴

خدا کا ترجمان:

۱۔ خلیفۃ اللہ، جس کی مرضی خدا کی مرضی ہو، جس کا قول خدا کا قول ہو، جس کا فعل خدا کا فعل ہو، یعنی مسلمان جو دراصل قرآنِ ناطق ہے۔
۲۔ اپنی حقیقت کی معرفت رکھنے والا جو اللہ کے پیغام یعنی قرآن کا امین ہے اور اسے تمام انسانوں تک پہنچانے کی ذمہ داری اسی کے کاندھوں پر ہے۔
۳۔ مسلمان جس کے سوا کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اللہ یہ کہتا ہے، اللہ یہ چاہتا ہے۔
۴۔ اللہ کی حاکمیت کا مظہر۔

ص کلیات۔۳۰۴

شرمندۂ ساحل:

۱۔ ساحل کے آگے سرنگوں، کناروں میں گھرا ہوا
۲۔ جس نے اپنے آپ کو گھٹیا چیزوں تک محدود کر لیا ہو
۳۔ چھوٹی چھوٹی حد بندیوں میں محصور
۴۔ جو زمین کی گرفت سے نہ نکل سکے اور علاقے اور نسل ہی کو اپنی پہچان بنا لے

ص کلیات۔۳۰۴

غبار آلودۂ رنگ و نسب:

رنگ اور نسل کی گرد سے اٹا ہوا

ص کلیات۔۳۰۴

مرغِ حرم:

۱۔ حرم کا پرندہ یعنی مسلمان
۲۔ قربِ الٰہی کی فضا میں پرواز کرنے والا پرندہ، جو زمین کی کشش سے آزاد ہے

ص کلیات۔ ۳۰۴

پرفشاں ہو جا:

اپنے پر جھاڑ لے

ص کلیات۔ ۳۰۴

سرِّ زندگانی:

زندگی کا بھید، بقا کا راز، زمانے کی گردش سے بچنے کا نسخہ

ص کلیات۔ ۳۰۴

مصافِ زندگی:

زندگی کا میدانِ جنگ جہاں حق اور باطل ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں

ص کلیات۔ ۳۰۴

حریر و پرنیاں:

۱۔ ریشم

۲۔ نرم اور مہربان

[حریر = ریشم + و + پرنیاں = ریشم کی ایک قسم جس پر پھول بوٹے بنے ہوتے ہیں]

ص کلیات۔ ۳۰۴

جوے نغمہ خواں:

گنگناتی ندی

ص کلیات۔ ۳۰۵

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی

'معلوم' کی انتہا نہ ہو گی تو علم بھی بے انتہا ہو گا اور 'محبوب' لامحدود ہو گا تو محبت کی بھی کوئی حد نہ ہو گی۔ چونکہ مسلمان کا 'معلوم و محبوب' اللہ ہے لہٰذا اس کا علم بھی غیر محدود ہے اور محبت بھی۔ اس کا علم اپنی ہر جہت سے، خواہ دنیاوی ہو یا اخروی، انفسی ہو یا آفاقی، عقلی ہو یا حسی، طبیعی ہو یا مابعد الطبیعی، اللہ ہی کی کسی نہ کسی پہچان پر تمام ہوتا ہے اور یہی حال اس کی محبت کا ہے کہ جس طرف بھی لپکتا ہے، اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

نیز دیکھیے: ''علم و محبت''

ص کلیات۔ ۳۰۵

علم و محبت:

۱۔ معرفت اور عشق

۲۔ علم کا تعلق اللہ کی صفات اور ان کے آثار یعنی کائنات سے ہے اور محبت کا ذات سے۔

۳۔علم، صورتِ شے کا حصول ہے اور محبت حقیقتِ شے کا۔ صورت، حقیقت پر دلالت کرتی ہے اور حقیقت اپنی لامحدودیت کو برقرار رکھتے ہوئے اس دلالت کو قبول کرتی ہے۔ اس سطح پر پہنچ کر 'معلوم' اور 'محبوب' ایک ہو جاتے ہیں۔ کانٹ نے علم پر جو دروازہ بند کر دیا تھا، محبت اسے کھول دیتی ہے کیوں کہ محبت وجود کے ان احکام و احوال تک رسائی رکھتی ہے جن کے ادراک و اثبات کی شرائط علم بالحواس سے پوری نہیں ہوتیں۔

۴۔حصول جو عقل کے اور وصول جو حواس کے نقص سے پاک ہے۔

۵۔ اصطلاحِ تصوف میں علم سے مراد حبِ عقلی ہے اور محبت سے حبِّ عشقی۔

۶۔علم، کمالِ حقیقی کا ظہور ہے عقل میں اور محبت، جمالِ حقیقی کا، قلب میں۔

۷۔ حقیقت کو اپنے اندر سمیٹ لینا، علم ہے اور حقیقت میں خود کھپ جانا، محبت۔

ص کلیات۔ ۳۰۵

سازِ فطرت:

۱۔ فطرت کا ساز

۲۔ وجود کے امکانات

۳۔ کائنات، 'کن' کے تحت آنے والا تمام عالم

۴۔ قدرتِ الٰہیہ کے آثار، خواہ مخفی ہوں یا ظاہر

۵۔ اسرارِ تخلیق جن میں سے کچھ کا ظہور ہو گیا اور کچھ پوشیدہ ہیں

۶۔ دائرۂ خلق سے تعلق رکھنے والے مراتبِ ہستی اور ان کے حقائق

ص کلیات۔ ۳۰۵

صیدِ زبونِ شہریاری:

ملوکیت کا بے دست و پا شکار، بادشاہت کا بے دام غلام

[صید = شکار + زبون = عاجز، حقیر، لاچار، گرا پڑا + شہریاری = ملوکیت]

ص کلیات۔ ۳۰۵

صنّاعی:

کاریگری، زیورات وغیرہ پر نگ جڑنے کا کام

ص کلیات۔ ۳۰۵

ریزہ کاری:

مہین کام، نازک اور باریک کام، چھوٹے چھوٹے نگوں کو مہارت اور دیدہ ریزی سے جوڑنا

ص کلیات۔ ۳۰۵
حکمت:
فلسفہ، سائنس اور ٹیکنالوجی
ص کلیات۔ ۳۰۵
ہوس:
غلبے کی ایسی خواہش جو کسی ضابطے کی پابند نہ ہو، ہوسِ اقتدار، استعمار، دوسروں کو اپنا غلام بنانے کا داعیہ
ص کلیات۔ ۳۰۵
پنجۂ خونیں:
۱۔لہو میں لتھڑا ہوا پنجہ، خون آلود ہاتھ
۲۔ظلم کا ہاتھ، دستِ قاتل
ص کلیات۔ ۳۰۵
تیغ کارزاری:
لڑائی میں کام آنے والی تلوار، جنگ میں مصروف تلوار، جنگی ہتھیار
ص کلیات۔ ۳۰۵
تدبّر:
غور وفکر، منصوبہ سازی، کسی کام کا بہترین نتیجہ حاصل کرنے کے لیے دماغ لڑانا
ص کلیات۔ ۳۰۵
فسوں کاری:
جادوگری، جادو، ناممکن کو ممکن باور کروانا
ص کلیات۔ ۳۰۵
تمدّن:
تہذیب ومعاشرت جس کے اصول خود انسان کے بنائے ہوئے ہوں
ص کلیات۔ ۳۰۵
خاکی:
مٹی کا بنا ہوا یعنی آدمی

ص کلیات۔ ۳۰۵

فطرت:

اصل، سرشت، وہ بنیاد جس پر کسی چیز کو پیدا کیا جائے

ص کلیات۔ ۳۰۵

نوری:

۱۔ نور کا بنا ہوا، فرشتہ

۲۔ معصوم، گناہوں سے پاک

۳۔ جس کا خمیر خیر سے اٹھایا گیا ہو

ص کلیات۔ ۳۰۵

ناری:

۱۔ آگ کا بنا ہوا، شیطان

۲۔ گناہ اور نافرمانی کا مجسمہ

۳۔ شر کا پتلا

ص کلیات۔ ۳۰۵

خروش آموزِ بلبل:

۱۔ بلبل کو نالہ و زاری سکھانے والا، بلبل کو عاشقانہ ترانے اور دردِ دل کا اظہار تعلیم کرنے والا

۲۔ عمل کی تحریک پیدا کرنے والا

۳۔ محبت کو عام کرنے والا

ص کلیات۔ ۳۰۶

پھر اٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہِ اطلس قبایانِ تتاری ہے

اس شعر میں چند لفظی محاسن کی نشان دہی ضروری ہے:

۱۔ 'ایشیا کے دل' سے مراد وسطِ ایشیا ہے جو ترکوں اور تاتاریوں کا اصلی وطن ہے۔ یہ علاقہ محلِ وقوع کے اعتبار سے بھی ایشیا کا دل ہے اور اہمیت کے لحاظ سے بھی۔

۲۔ دل، بدن کو خون فراہم کرتا ہے اور وسطِ ایشیا، براعظم ایشیا کو۔ خون کے جتنے بھی مثبت معنی ہو سکتے ہیں، وہ سب کے سب ترکوں میں مجسم ہو گئے ہیں۔ زندگی، حرارت، حرکت،

جوش، بہادری حتیٰ کہ رنگت بھی۔

۳۔ 'اطلس قبایانِ تتاری' کو 'محبت کی چنگاری' کہنا تشبیہ کا کمال ہے اور یہی اس شعر کی جان ہے۔ ترکوں کی دین کے ساتھ جذباتی وابستگی، شجاعت، سرفروشی، گرم جوشی، حریت پسندی، غیرت وغیرہ کا بیان شاید اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔

۴۔ 'محبت کی چنگاری' میں ترکوں کا جلال و جمال یکجان ہو گیا ہے اور محبت کے پھیلاؤ کے لیے معرکہ آرائی کی تصویر کھنچ گئی ہے۔

۵۔ 'اطلس قبا' اور 'چنگاری' میں سرخی اور چمک مشترک ہونے کی وجہ سے ظاہری مشابہت بھی ہے۔

۶۔ 'چنگاری' سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اپنے مقصود کے حصول کے لیے ان کی جدوجہد سرِ دست ابتدائی مراحل میں ہے۔

ص کلیات۔ ۳۰۶

بیا پیدا خریدار ست جانِ ناتوانے را
پس از مدت گزار افتاد برما کاروانے را
(آجا کہ جانِ ناتواں کا خریدار پیدا ہو گیا ہے
بڑی مدت کے بعد قافلے کا ہماری طرف گزر ہوا ہے)

دوسرا مصرع ایک لفظ کے فرق کے ساتھ نظیری نیشا پوری کا ہے۔ پورا شعر یوں ہے:

بہر جاے کہ می گیرند اخلاص و وفا خوب است
پس از عمرے گزار افتا برما کاروانے را

ص کلیات۔ ۳۰۶

بیا ساقی نواے مرغِ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد

(ساقی آجا کہ پیڑوں کے جھنڈ سے عشق کے مارے پرندے کا نغمہ بلند ہو رہا ہے۔ بہار آ گئی، محبوب آ گیا، محبوب آ گیا دل کو چین آ گیا)

ص کلیات۔ ۳۰۶

کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا
صداے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد
(بہار کے بادل نے وادی و صحرا میں خیمہ سا تان رکھا ہے
پہاڑوں کی بلندی سے آبشاروں کا شور سنائی دے رہا ہے)

ص کلیات۔ ۳۰۶

سرت گردم تو ہم قانونِ پیشیں ساز دہ ساقی
کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد
(ساقی! میں تیرے قربان جاؤں، تو بھی وہی پرانا ساز چھیڑ دے
کہ گانے والوں کی پوری فوج قطار در قطار چلی آ رہی ہے)

ص کلیات۔ ۳۰۶

کنار از زاہداں برگیر و بے باکانہ ساغر کش
پس از مدت ازیں شاخِ کہن بانگِ ہزار آمد
(روکھے پھیکے زاہدوں سے کنارہ کرلے اور دھڑلے سے ساغر اٹھا
ایک مدت کے بعد اس پرانی شاخ پر سے بلبل کی چہکار کان میں پڑی ہے)

ص کلیات۔ ۳۰۶

بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور
تصرف ہاے پنہانش بچشمم آشکار آمد
(جن کے دل رسول اللہ ﷺ کی قدم بوسی کے لیے تڑپ رہے ہیں، انھیں بدر وحنین کے آقا کی کوئی بات سنا، آپ ﷺ کے پوشیدہ تصّرفات میری آنکھوں پر آشکارا ہیں)

ص کلیات۔ ۳۰۷

دگر شاخِ خلیلؑ از خونِ مانم ناک می گردد
ببازارِ محبت نقدِما کامل عیار آمد
(سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی لگائی ہوئی ٹہنی ہمارے لہو سے سیراب ہو رہی ہے، محبت کے بازار میں ہماری جنس کھری نکلی اور سونا سچا۔)

ص کلیات۔ ۳۰۷

سرِ خاکِ شہیدے برگ ہاے لالہ می پاشم
کہ خونش بانہالِ ملتِ ماسازگار آمد
(میں اس شہید کی تربت پر گلِ لالہ کی پتیاں بکھیر رہا ہوں
جس کا خون ہماری ملت کے پودے کو راس آ گیا)

ص کلیات۔ ۳۰۷

بیاتا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم

(آ کہ سارے میں پھول برسائیں اور شراب پیالے میں انڈیلیں
آسمان کی چھت میں شگاف ڈال دیں اور ایک نئی بنیاد رکھ دیں)

یہ شعر خواجہ حافظ شیرازی کا ہے مگر دیوانِ حافظ کے مستند نسخوں میں اس طرح نقل ہوا ہے:

بیاتا گل برا فشانیم وَ مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحے نو در اندازیم

دیکھیے: دیوانِ حافظ، غزلیات، بہ تصحیح و توضیح پرویز ناتل خانلری، شرکت سہامی انتشاراتِ خوارزمی، تہران، باب دوم ۱۳۶۲ھ-ش، ص ۷۵۰۔

☆☆☆